پیام انقلاب

انقلاب اکتوبر ۱۹۵۸ء کو ہمارے مخالف ہمسایوں نے بھی ''ایک صحت مند علامت'' تسلیم کیا ہے۔ اور اب تو ایسی باتیں عام سننے میں آرہی ہیں کہ ''باہر کی دنیا میں ہمارا وقار بڑھ گیا ہے''، ''ہم نے ہر شعبۂ حیات میں ترقی کی ہے''، ''ملک اب ترقی کی راہ پر گامزن ہے''۔ وغیرہ۔ یہ غیر ضروری بلکہ تکلیف دہ ہوگا کہ اس طویل بے سروپا سیاسی شعبدہ بازی کا جائزہ لیا جائے جو اس دور سے پہلے دنیا کے سامنے پیش کی جاتی رہی ہے۔ اور جس کا نتیجہ اندرون خانہ انتشار اور بدنظمی کی صورت میں برآمد ہوا اور باہر کی دنیا میں ہمارا وقار روز بروز گرتا گیا۔ اس انقلاب اور اس سے پیدا شدہ سیاسی استحکام کے ثمرات حقیقتاً بہت زیادہ ہیں اور توقعات اس سے بھی قوی تر ہیں بشرطیکہ یہ سیاسی استحکام جاری رہے۔ تعمیر نو کا جو کام ہمیں درپیش ہے وہ اس قدر وسیع اور عظیم ہے کہ اس کے پیش نظر سیاسی استحکام سے کھیلنا خود اپنی زندگی سے کھیلنا ہے۔ سیاسی استحکام اسلامی طور پر ''واجب'' کا درجہ رکھتا ہے کیونکہ قرآن کریم مضبوط انتظامی مرکز کا حکم یونہی نہیں دیتا اور وہ تفرقہ اور انتشار کے خفیف سے خطرے کو بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔

یہ آمریت نہیں۔ آمریت در حقیقت مطلق العنان قانون ساز اور انتظامی طاقت کا نام ہے۔ لیکن مسلمانوں کا انتظامی مرکز آغاز سے ہی چند شرائط کا پابند ہے۔ ان شرائط کی وجہ یہ ہے کہ مسلم حکومت جس امت کی انتظامی

نمائندہ ہے ، وہ بذات خود بھی چند شرائط کی پابند ہے کیونکہ اس نے منشائے خداوندی کے نفاذ کی ذمہ داری قبول کی ہے - چنانچہ یہ بات واضح ہے کہ مسلم حکومت لازمی طور پر جمہوری ہوتی ہے کیونکہ یہ امت مسلمہ کا انتظامی بازو ہے - یہی وجہ ہے کہ جب امت کسی کو کرسئ اقتدار پر بٹھادے تو اس کے بعد اس سے مکمل تعاون سے انکار کا اسے حق نہیں رہتا - کیونکہ اگر امت ایسا کرتی ہے تو اسلامی طور پر وہ اپنے ہی وجود سے انکار کرتی ہے - ان حقائق کو تسلیم کرنے کے بعد کیا یہ درست ہوگا کہ ہم جمہوریت کی صورتوں کی لفظی بحثوں میں الجھے رہیں - یقیناً اس وقت وہی جمہوریت اسلامی ہے جو اس وقت نتائج کی ضمانت دیتی ہو - اور جو لوگوں کو زیادہ سے زیادہ جمہوریت کے مفہوم و معنی اور طرز و فعل کی تعلیم دے سکتی ہو -

جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے ہیں انقلاب سے ہمیں بہت کافی فوائد حاصل ہوئے ہیں - لیکن ہمیں ابھی جو حاصل کرنا ہے - وہ اتنا عظیم اور وسیع ہے کہ ہم ان کا رناموں پر فخر کرنے میں کتنا ہی حق بجانب کیوں نہ ہوں - ہماری قناعت پسندی بہر حال مہلک ہوگی - صدر ایوب خان نے کئی بار اس بات کو دہرایا ہے کہ ”انقلاب ایک واقعہ نہیں بلکہ ایک مسلسل عمل ہے ،،- مجھے اندیشہ ہے کہ ہم میں سے بہت سوں نے اس بات کو پوری طرح سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے - میرے خیال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم آج' اکتوبر ۱۹۶۴ء میں اسی رفتار سے آگے نہیں بڑھ رہے جو انقلابی روح کا تقاضا ہے تو یہ تسلیم کرنے میں کوئی باک نہ ہونا چاہئے کہ ہمارا اکتوبر ۱۹۵۸ کا تجربہ ، انقلاب کا تجربہ نہیں تھا بلکہ شاید ایک قسم کا جھٹکا تھا - علامہ اقبال حقیقی انقلاب کے بارے میں فرماتے ہیں :

جس میں نہ ہو انقلاب، موت ہے وہ زندگی
روح امم کی حیات ، کشمکش انقلاب
صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زماں، اپنے عمل کا حساب

ہمیں ہر لمحہ انتہائی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ مبادا انقلاب 'مسلسل عمل' رہنے کی بجائے فقط ماضی کا ایک واقعہ بن کر رہ جائے، جس کی ہر سال یاد منائی جائے اور اس سے صرف ایک جذباتی وابستگی ہو۔

ہم عظیم واقعات اور تقریبات کی یاد منانے کے مخالف نہیں، کیونکہ یہ انسانی جذبات کے اظہار کا جائز اور فطری ذریعہ ہی نہیں بلکہ مستقبل کے لئے لازمی انگیخت بھی مہیا کرتے ہیں۔ ہم مخالف ہیں تو صرف قناعت پسندی کے احساس اور اس جھوٹی تسلی کے جو "ماضی میں زندگی گذارنے" کی خواہش سے پیدا ہوتی ہے اور جو ماضی سے غیر صحت مند وابستگی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ بدقسمتی سے یہ خود فریبی ہماری قوم کے کردار کی ایک نمایاں خصوصیت بن چکی ہے۔ یہ حقیقی اسلامی روح کے قطعاً منافی ہے۔ لیکن کیا کیجئے کہ یہ ہمارے ہاں موجود ہے۔ اور اس شدت سے ذہنوں میں پیوست ہے کہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ہم "مدفون" قوم ہیں، جو زندوں کی فکر بہت کم کرتے ہیں، زندوں کے مصائب اور رنج و الم کا احساس بہت کم ہے، لیکن مقابر کے تقدس، مردوں کے احترام اور ماضی کی تقدیس کے اتنی شدت سے قائل ہیں کہ کوئی چیز جتنی زیادہ مردہ اور جتنی زیادہ رفتہ و گذشتہ ہوتی جائے گی اتنا ہی وہ زیادہ واجب الاذعان اور قابل تکریم ہوجاتی ہے۔ بلکہ یہ تعظیم رفتگان کے متروکات اور اخلاف کو بھی اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ کیا اسلامی لحاظ سے یہ درست ہے؟ کیا یہ وہی بت پرستی نہیں اسلام جس کا قلع قمع کرنے کے لئے آیا تھا؟ لیکن ہم نے اپنی قدیم ہندو ذہنیت کی بنا پر جس کی حرز جان بناکر حفاظت کی ہے۔ اسلام زندہ قوموں کا مذہب ہے، یہ زمانہ' حال کی ہدایت اور مستقبل کی تعمیر کا نام ہے، جیسا کہ اقبال نے کہا ہے۔

خدائے زندہ، زندوں کا خدا ہے

ہم روایات کے منکر نہیں۔ لیکن روایات تو اس لئے ہوتی ہیں کہ وہ ہمیں مستقبل کی تعمیر کے لئے ہدایت اور انگیخت مہیا کریں اور ہمارے وجود اور تسلسل کی ضمانت دیں۔ لیکن یہ کام سر انجام دینے کے لئے روایات کو

لازماً تاریخ کےموجودہ حقائق اور مواد کےساتھ باھمی عمل و تعامل سے کام کرنا ہوگا - ورنہ یہ کھلی '' روایت پرستی '' ہوگی ' جس کے ہم مخالف ھیں - لیکن اس نازک مرحلے پر ایک نعرہ بلند ہوتا ھے '' اسلام کو ماڈرن بنایا جا رہا ھے '' یہ موجودہ حکومت کے خلاف شکست خوردہ ذھنیت کا آخری حربہ ھے - اسلام کی '' قدیم '' اور '' جدید '' کی تقسیم ھماری سمجھ سے بالا تر ھے - لیکن کیا ان لوگوں نے ' جو یہ گھٹیا قسم کے نعرے بلند کر رھے ھیں ' اپنے سنہرے زمانۂ اقتدار میں ' اس اسلام کو عملی جامہ پہنایا جسے وہ '' قدیم اسلام '' کہتے ھیں - یا کم از کم اس کی واقعی دلی طور پر کوئی کوشش کی ؟ کیا انہوں نے خود اپنے سامنے یا دنیا کے سامنے یہ وضاحت سے پیش کرنے کی کوشش کی کہ '' قدیم اسلام '' سے وہ کیا مراد لیتے ھیں - کیا انہوں نے وقتاً فوقتاً چند رسمی ظاھری اقدامات سے قطع نظر ' واقعتہ ایسے حالات پیدا کئے یا پیدا کرنے کی کوشش کی ' جن میں صحیح اور با مقصد اسلامی تحقیق اور طرز فکر نمو پا سکے ؟ ان کے پاس اس الزام کا کیا جواب ھے کہ اپنے تقریباً دس سالہ اقتدار کے عرصے میں جتنا زیادہ انہوں نے اسلام کے متعلق باتیں بنائیں اور نعرہ بازی کی ' اتنا ھی زیادہ وہ نہ صرف اس کی تعمیل و تکمیل ' بلکہ اس کی صحیح افہام و تفہیم سے بھی دور ہوتے گئے - مختلف یونیورسٹیوں میں ذرا علوم اسلامی کے شعبوں اور اس قسم کے دوسرے اداروں کا جائزہ لیجئے ' کیا وھاں اسلامی تحقیقات کے مقتضیات و لوازمات کے شعور و احساس کی ھلکی سی جھلک بھی نظر آتی ھے ؟

ایک فرانسیسی کہاوت ھے کہ '' ظل سبحانی وفات پا گئے ' خدا ان کا سایہ تادیر قائم رکھے '' - در حقیقت ان کے پاس اس الزام کا جواب قطعاً نہیں ھے - اسلامی تفہیم اور عقلی ادراک - بلکہ اسلامی اخلاقی سالمیت دونوں کا معیار جس قدر ان سالوں میں روبہ زوال رھا اور محض تاریکی کی قوتوں کو جتنی تقویت اس دور میں ملی اس کی داستان اتنی طویل ھے کہ ایک ضخیم کتاب بھی اس مقصد کے لئے نا کافی ہوگی -

آج کے مسلمانوں کے لئے اسلام کے احکام کیا ہیں ؟ اس سوال کا فوری جواب یہ ملتا ہے '' بینک فوراً بند کردو ۔ لیکن ... لیکن یہ پچیس سال تک کام کریں اور چھبیسویں سال بالکل بند ہوجائیں '' سال گذرتے جا رہے ہیں اور چھبیسواں سال '' کل '' کی طرح آتا معلوم نہیں ہوتا ۔ حقیقت یہ ہے کہ بعض '' مسائل '' فریب نظر کی وجہ سے '' اسلامی '' ہوگئے ہیں اور سیاست دانوں کے لئے سکہ بند مال تجارت ۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ بعض ''نئے سیاستدانوں'' کے لئے بھی یہی اسلامی '' مسائل '' نہ بن جائیں ، ہم یہاں اس حقیقت کی طرف توجہ دلانا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر مناسب احتیاط نہ برتی جائے تو انقلاب اپنی ہی اولاد کو بڑے غیر مرئی طریقوں سے ھضم کرلیتا ہے ۔ سوال در اصل یہ ہے کہ کیا قومی زندگی میں واقعی یہ کوئی مسائل ہیں ؟ کیا یہ قومی سطح کی برائیاں ہیں ؟ نہیں ۔ لیکن یہ خصوصی طور پر 'اسلامی' ہیں ۔ ان سے پوچھئے ' افلاس اور اس سے پیدا ہونے والے عظیم پہلو دار مفاسد، مثلاً بد دیانتی ' مقصد اور احساس فرض سے لا پرواہی ' امراض اور جہالت ' کیا یہ سب مسائل اسلامی نہیں ؟ بلکہ کیا یہ حقیقت نہیں کہ یہ ان مسائل سے جن کو عام طور پر '' اسلامی '' کہا جاتا ہے کہیں زیادہ بھیانک اور خطرناک ہیں ۔ اور اسلامی طور پر زیادہ اہم اور فوری حل طلب ہیں جونہی آپ اس مسئلہ اور اس کے متعلقہ پہلووں پر سوال اٹھائیں ' آپ پر فوراً یہ الزام لگادیا جائے گا کہ '' اسلام کو ماڈرن بنایا جا رہا ہے ۔ '' اور جس حکومت نے ہر طرح سے اس قوم کی تعمیر کے لئے مؤثر عملی اقدامات کئے اسے '' بے دینوں کا طائفہ '' قرار دے کر بر طرف کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے ۔ یہ الزام تراشنے والے وہی لوگ ہیں جن کے کردار کی تصویر پچھلے پیرے میں پیش کی گئی ۔ کیا صحیح اسلامی سیاست یہی ہے ؟ یہ دیکھ کر آپ یقیناً یہ سوچنے لگیں گے کہ کہیں کمیونسٹوں کا یہ کہنا حقیقت پر مبنی تو نہیں کہ ''مذہب عوام کے لئے افیون ہے ۔ ہمارے سیاستدانوں کا ماضی اس اندیشہ کو تقویت بہم نہیں پہنچاتا تو آخر اور کیا ثابت کرتا ہے ؟

اشتراکیت اور اس کی حلیف قوتیں اپنی چالوں سے بخوبی واقف ہیں اور اپنی مصلحتوں سے خوب آگاہ ہیں ۔ وہ اس ''اسلامی جدوجہد'' کو بڑی دلچسپی

سے دیکھ رہی ہیں اور دل ہی دل میں لب خند ہیں کیونکہ انہیں امید ہے کہ اس جدوجہد میں تجددین ہارجائیں گے اور روایت پرست کامیاب ہوں گے اور چونکہ روایت پرستوں کے انجام کے متعلق انہیں پہلے سے یقین ہے۔ اس لئے آخر کار ان کی بر آئے گی ۔ ہندوستان پر برطانیہ کے اقتدار اور تسلط کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ ''خود ہندوستانیوں نے ہندوستان کو انگریزوں کے لئے فتح کیا'' اشتراکیوں کو بعینہ اسی قسم کی امید ہے کہ مسلمان خود اسلام کو اشتراکیت کے لئے فتح کریں گے ۔ کیا کہتے ہیں ہمارے سیاستدان اس بارے میں ؟ کیا وہ سلامت طبع اور مکمل اسلامی شعور کے ساتھ اسلام کو اس آزمائش میں ڈالنے کے لئے تیار ہیں ؟ کیا ان کی دیانتدارانہ رائے یہی ہے کہ ان فرسودہ اداروں ، روایتی تصورات اور قانونی دفعات کے انحطاط پذیر اور غیر متحرک ڈھانچے اور لا وارث روحانی نظام — جو ابتدا میں بھی صوفیانے باہر سے در آمد کر کے اسلام پر مسلط کیا تھا اور حالیہ صورت میں موجودہ معاشرہ ایک بہت بڑا جرم سمجھ کر ہی اسے قبول کر سکتا ہے — کی بنیادوں پر جدید اسلامی معاشرت اور سیاست قائم کی جاسکتی ہے ۔

انقلاب کا اظہار فکر اور عمل دونوں میں ہونا ضروری ہے
اور اس کا مسلسل عمل ہونا لازمی ہے

(ڈاکٹر) فضل الرحمٰن

—: o :—

ندرت فکر و عمل کیا شے ہے؟ ذوق انقلاب
ندرت فکر و عمل کیا شے ہے؟ ملت کا شباب